مایوسیوں کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

ریدا احمد نعمانی

موجودہ گھڑیاں اہل ایمان کے لیے پُر آشوب ہیں۔ملک وملت جس نازک دور سے گزر رہے ہیں،اس میں بظاہر تاریکی ہی تاریکی ہے۔ظلمت ایسی کہ ہر نفس بے چین و پریشان ہے۔گھروں میں،بازاروں میں،سڑکوں پر غرض جہاں آپ چلے جائیں ہیجانی کیفیت دیکھنے کو ملتی ہے۔ہر کوئی بے سکون ومضطرب نظر آ رہا ہے۔زبانوں پر ایک ہی سوال ''آیندہ کیا ہوگا؟'' دلوں میں ایک ہی تمنا وآرزو کہ کسی طرح آفات وآلام کا یہ پہاڑ سر سے ٹل جائے۔جس کسی کا ذہن اور تجربہ جہاں تک کام کرتا ہے،وہ اس کے مطابق رائے پیش کردیتا ہے۔کوئی کہتا ہے ہمارے مسائل کا حل منصفانہ انتخابات میں پوشیدہ ہے۔کوئی کرپشن زدہ حکمرانوں کو دشنام دیتا ہے،کوئی جاگیرداروں،سرمایہ داروں،وڈیروں اور افسر شاہی کا شاکی دکھائی دیتا ہے۔کوئی قوم کی فلاح وبہبود کے لیے جمہوریت جمہوریت کا نعرہ لگاتا سنائی دیتا ہے۔ذرائع ابلاغ رات دن اپنے تجزیوں،تبصروں میں ملکی مسائل کا رونا روتے رہتے ہیں۔مگر حل کیا ہے؟ ایسا حل جو حقیقی،نتیجہ خیز اور کارگر ہو۔الجھی ہوئی ڈور کا ایسا سرا،جس کو پکڑنے سے ساری گتھیاں خود بخود سلجھتی جائیں۔معاشرہ بحرانوں کے بھنور سے نکل آئے۔قلوب کو سکون اور اذہان کو تراوت نصیب ہوسکے۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ انسانی قلب کا سکون وآرام اللہ کی یاد میں ہے۔پروردگار عالم کے ذکر سے اضطرار کو قرار ملتا ہے۔بے سکونی کا احساس ختم ہوتا ہے۔ظلمتوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔المیہ یہ ہے کہ ہم بیماریوں کا ذکر تو کرتے ہیں،مگر اس کے علاج کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ہم لفظی اور زبانی کلامی باتوں پر تو یقین رکھتے ہیں،مگر قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے کتراتے ہیں۔اللہ رب کریم ارشاد فرماتے ہیں:''بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کردیتا ہے اور جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں! بلکہ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔'' (سورت النمل:62)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:''لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے۔چاہتے یہ

ہیں کہ کرنا تو کچھ پڑے نہیں اور کام سب ہو جائیں۔ بعض شب و روز اس انتظار میں رہتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو جائیں، فلاں مقدمے سے نمٹ لیں، فلاں کی شادی سے فارغ ہو جائیں، تب خدا کی یاد میں لگیں۔ چوں کہ ایسی فراغت میسر نہیں ہوتی اس لیے ایسا شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، محروم ہی رہتا ہے اور ایک دن موت آ کر کام تمام کر دیتی ہے۔ یاس اور حسرت کی حالت میں خسران کی گٹھڑی سر پر رکھے ہوئے اس عالم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ کام کرنے کی صورت تو یہ ہی ہے کہ اس آلودگی کی حالت میں خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اس کی برکت سے فراغ بھی میسر ہو جائے گا۔ اور دنیا میں رہتے ہوئے کہاں فراغ؟ یہ نفس و شیطان کا ایک بڑا زبردست کید ہے۔ لوگ (حق تعالیٰ تک) رسائی کی تمنا تو کرتے ہیں مگر معلوم بھی ہے کہ رسائی کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں، جن میں پہلی شرط یہ ہے کہ تم برے ہو یا بھلے، اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ پھر رحمتِ حق تم کو از خود جذب کرے گی۔ ذرا کام میں تو لگ کر دیکھو، (حق تعالیٰ) تمہاری اس ٹوٹی پھوٹی ہوئی متاع کو کیسے قبول فرماتے ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت:102/2)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اذکار و دعوات کو دس قسموں میں منضبط کیا ہے۔ جو یہ ہیں:

1......تسبیح۔ 2......تحمید۔ 3......تہلیل۔ 4......تکبیر۔ 5......فوائد طلبی اور پناہ خواہی۔ 6......اظہار فروتنی و نیاز مندی۔ 7......توکل۔ 8......استغفار۔ 9......اسمائے الٰہی سے برکت حاصل کرنا۔ 10......درود شریف۔

محدث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم ذکر کردہ تقسیم کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

''پہلا اور دوسرا ذکر تسبیح و تحمید ہیں۔ تسبیح کے معنی ہیں تمام عیوب و نقائص سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ تحمید کے معنی ہیں تعریف کرنا۔ یعنی تمام خوبیوں اور کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا۔ جب کسی جملہ میں تسبیح و تحمید دونوں جمع ہو جائیں تو وہ معرفتِ ربانی کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔ جیسے سبحان اللہ وبحمدہٖ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور خوبیوں کے ساتھ متصف ہیں۔ سبحان اللہ العظیم یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور عظیم المرتبت ہیں۔ بڑے مرتبے والا وہی ہوتا ہے جو خوبیوں کے ساتھ متصف ہو۔ اسی وجہ سے حدیث میں ان دونوں جملوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں جملے زبان پر ادائیگی میں ہلکے اور ترازو یعنی ثواب میں بھاری اور رحمٰن (مہربان ہستی) کو بہت پیارے ہیں۔

تیسرا ذکر تہلیل ہے۔ لاالٰہ الا اللّٰہ میں توحید اور شانِ یکتائی کا بیان ہے۔ یہ جملہ شرک جلی و خفی کو دفع کرتا ہے اور جملہ حجابات کو رفع کرتا ہے۔ حدیث میں ہے لاالٰہ الا اللّٰہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے وَرے کوئی حجاب نہیں، یہاں تک کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔

چوتھا ذکر تکبیر ہے۔ اللّٰہ اکبر کے ذریعے اللہ کی عظمت و قدرت اور سطوت و شوکت کو پیش نظر لایا جاتا ہے اور یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طرف مشیر ہے۔ حدیث میں اس کی یہ فضیلت آئی ہے کہ اللہ اکبر آسمان و زمین کو بھر دیتا ہے۔

پانچواں ذکر فوائد طلبی اور پناہ خواہی ہے۔ یعنی ایسی دعائیں جن میں ایسی مفید چیزیں طلب کی جائیں جو جسم یا

روح کے لیے مفید ہوں، خواہ نفع خلقت کے اعتبار سے ہو یا دل کے سکون کے اعتبار سے۔ جیسے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور طلب کرنا اور خواہ ان فوائد کا تعلق اہل وعیال سے ہو یا جاہ و مال سے۔ اسی طرح مضر چیزوں سے پناہ چاہنا بھی اس زمرہ میں آتا ہے۔

چھٹا ذکر اظہار فروتنی و نیاز مندی ہے۔ یہ عبدیت (بندگی) انسان کا امتیازی وصف اور بڑا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی تذلل و بندگی، عاجزی و سرافگندگی اور محتاجی و مسکینی کا اظہار کرنا ہی بندگی ہے۔ بندگی انسان کا مقصد تخلیق ہے۔ اسی مقصد کی تحصیل کے لیے نماز مقرر کی گئی ہے۔ نماز میں اور نماز سے باہر اذکار اور بہت سی دعائیں مشروع کی گئی ہیں۔

ساتواں ذکر توکل ہے۔ توکل کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا۔ اور توکل کی روح ہے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تام۔ یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ سب کچھ کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بندہ بذات خود کچھ نہیں کر سکتا۔ انسان کے تمام معاملات پر مکمل غلبہ انہی کو حاصل ہے۔ انہی کی تدبیر کارگر ہے۔ باقی تمام تدابیر مقہور و مغلوب ہیں۔ مگر توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ظاہری اسباب اختیار نہ کرے۔ صحیح توکل یہ ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ کی ذات پر اعتماد کرے۔ کام کا انجام ان پر چھوڑ دے اور جو کچھ غیب سے ظاہر ہو اس پر مطمئن رہے۔

آٹھواں ذکر استغفار ہے۔ استغفار کے معنی ہیں توبہ کرنا۔ اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگنا اور رحمت الٰہی کا جویاں ہونا۔ استغفار کی روح یہ ہے کہ آدمی اپنے ان گناہوں کو سوچے جنہوں نے اس کے نفس کو میلا اور گندہ کر دیا ہے اور اسباب مغفرت اختیار کر کے نفس کو ان گناہوں سے پاک کرے۔ اسباب مغفرت نیک اعمال، اپنے احوال کو ملائکہ کے مشابہ کرنا اور ندامت کے آنسو بہانا ہیں۔

نواں ذکر اللہ کے ناموں سے برکت حاصل کرنا ہے۔ اللہ کے ناموں کی برکت ہی سے مخلوقات منور ہوتی ہیں۔ پس جو بندہ ان ناموں کی طرف متوجہ ہوگا۔ وہ اللہ کی رحمت کو خود سے قریب پائے گا۔

دسواں ذکر درود شریف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات امت پر بے حساب ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مومنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کریں اور ہر وقت یاد رکھیں، اسی لیے درود مشروع کیا گیا۔" (تحفۃ الالمعی: 42/8)

اس وقت جب کہ پورا ملک افراتفری کا منظر پیش کر رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انفرادی و اجتماعی توبہ کی جائے۔ ذکر الٰہی کو اپنا شیوہ بنایا جائے۔ احادیث مبارکہ میں جو جو موقع محل کی دعائیں امت کو بتلائی گئی ہیں، ان کے سیکھنے سکھانے کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔ بزرگوں سے تعلق استوار کیا جائے۔ ان کی مجالس کو غنیمت سمجھا جائے۔ ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا جائے۔ دل کی دنیا آباد کی جائے۔ روحانیت و ایمانیت کی شمع فروزاں کی جائے۔ جو اس حقیقت کو پا لے گا، اسے ایمان کی حلاوت و مٹھاس نصیب ہوگی اور نا امیدی و مایوسی کا طوفان خس و خاشاک دکھائی دے گا۔